اسلامی بینک کاری کا ارتقاء[1]

پروفیسر اوصاف احمد

تمہید

یوں تو مسلم ممالک اور مسلم معاشروں میں یہ خواہش عام طور پر ہمیشہ سے موجود رہی ہے کہ وہ اپنے سماجی و معاشرتی زندگی کی تنظیم، اپنے مالی معاملات کی تشکیل و تدوین، اور اپنے رزق کا حصول ایسے طور پر کریں جو نہ صرف یہ کہ اسلامی شریعت کے احکام سے متصادم نہ ہو بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے عین اس کے مطابق ہو۔ لیکن چودھویں صدی ہجری کے اواخر اور پندرہویں صدی ہجری کے اوائل میں نہ صرف یہ کہ اس خواہش میں شدت پیدا ہوئی ہے بلکہ مختلف سطحوں پر اس کے عملی مظاہر بھی سامنے آئے ہیں۔ ان مظاہر میں سے ایک اہم مظہر مختلف مسلم ممالک اور بعض غیر مسلم ممالک میں اسلامی بینکوں کا ظہور ہے۔ اس قسم کے اداروں کے ظہور اور ان کی تشکیل کے پس پشت یہ جذبہ کارفرما ہے کہ امت مسلمہ کے سماجی، معاشرتی، بالخصوص اقتصادی اور مالی اعمال کی تنظیم و تدوین، حرمت ربا کے پیش نظر، غیر سودی بنیادوں پر کی جائے۔

یہ کہنا چنداں مبالغہ نہ ہوگا کہ گزشتہ دو صدیوں کے دوران، اسلامی دنیا، فکر و عمل کی سطح پر عموماً اور سماجی و معاشرتی اداروں کی سطح پر خصوصاً، مغربی افکار سے مغلوب رہی ہے۔ گزشتہ صدی عیسوی میں مغرب سے نمودار ہونے والی استعماری اور نوآبادیاتی طاقتوں

---

[1] (الف) اس مقالے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ مولف کے ذاتی نقطۂ نظر پر مبنی ہیں ان خیالات کا ان اداروں سے جن سے مولف وابستہ ہے یا رہ چکا ہے کوئی ناگزیر تعلق نہیں ہے۔

(ب) اس مقالے میں استعمال کی جانے والی اکثر اردو اصطلاحات ترقی اردو بورڈ کے فرہنگ اصطلاحات (معاشیات) سے لی گئی ہیں۔ لیکن بعض حالتوں میں اس کی پابندی نہیں کی جا سکی ہے۔

نے اسلامی دنیا کے ایک بڑے حصّے کو نہ صرف سیاسی اور معاشی طور پر اپنا تابع بنا رکھا تھا بلکہ اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی طرزِ زندگی کو بھی بڑی حد تک مسخ کر دینے کی شعوری کوششیں کی تھیں۔ نوآبادیاتی نظام اسلامی ممالک کی آزاد حکومتوں کو اپنا تابع فرمان بنا لینے کی حد تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ یہ بہتیرے مسلم ممالک میں سماجی اقتصادی، ثقافتی اور تہذیبی زندگی میں بھی در آیا تھا۔ استعماری حکومتیں اپنے ساتھ صرف اپنا نظام حکومت ہی نہیں لائیں بلکہ انھوں نے انتظام و انصرام کے ایسے طریقے بھی اپنائے جو غیر معروف تھے۔ اسلامی قوانین کے بجائے جو شریعت الٰہی کے مطابق تھے، غیر ملکی قوانین نافذ کیے گئے، ایک اجنبی تعلیمی نظام نے تعلیمی اداروں پر اپنا قبضہ جمایا اور نئے نئے سماجی و معاشی ادارے وجود میں آ گئے جو مسلمانوں کو عزیز از جان اسلامی قدروں کے بجائے غیر ملکی اقدار پر منحصر تھے۔ ان اجنبی اور غیر معروف قانونی، انتظامی، تعلیمی، سماجی اور اقتصادی نظاموں نے ایک ایسے بالائی ڈھانچہ (Super Structure) کی تعمیر کی جو نوآبادیاتی اور استعماری حکومتوں کے لیے پشتہ بانی کے فرائض انجام دیتا تھا۔ گو کہ آج اسلامی ممالک میں طویل اور صبر آزما سیاسی جد و جہد کے نتیجہ میں نوآبادیاتی اور استعماری حکومتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ لیکن ان کا بنایا ہوا بالائی ڈھانچہ جوں کا توں موجود ہے۔ سیاسی محکومیت تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن معاشی اور تہذیبی استعماریت نہ صرف یہ کہ پوری طرح بہ سلامت موجود ہے بلکہ اس کی فتوحات میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس نو استعماریت (Neo Imperialism) نے عصرِ حاضر میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے میں، دوسرے عوامل سے کہیں بڑھ کر اپنا کردار ادا کیا ہے۔

موجودہ زمانے میں اسلامی ممالک میں اجتماعی زندگی کی تشکیل تو صرف اسلامی دائرے میں رہ کر ہی ممکن ہے کیونکہ اسلام صرف روایتی معنوں میں ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی بھی ہے جو انسانی وجود کے مادی اور روحانی، انفرادی اور اجتماعی، دنیاوی اور اخروی، تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ انسان، اپنے پورے وجود کے ساتھ خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ اور اپنی مرضی کو غیر مشروط طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے تابع فرمان بنا دے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر اسلام نے انسان کے انفرادی اور اجتماعی طرزِ عمل کے لیے بعض ضابطے مقرر کر دیے ہیں۔ انفرادی

سطح پر تزکیۂ نفس اور روحانی پاکیزگی کا حصول، اور اجتماعی سطح پر ایسا اجتماعی نظام جو عدل، مساوات اور تعاون کی بنیادوں پر قائم ہو، اس کا مقصد ہے۔

اسی پس منظر میں گزشتہ پندرہ برس کے دوران، مختلف ملکوں میں اسلامی بینک کاری کے عروج کی قدر و قیمت کا تعین کیا جانا چاہیے۔ اسلامی بینک کاری، ان تبدیلیوں کا نقطۂ آغاز ہے جن کے ذریعہ موجودہ زمانے میں مالیاتی معاملات میں شرعی اصولوں کے تطبیق و اطلاق کا عمل شروع ہوتا ہے۔ گو کہ اسلامی بینک قائم کرنے کی بعض کوششیں تو اس صدی عیسوی کی چھٹی دہائی میں ہی شروع ہو چکی تھیں لیکن اسلامی بینک کاری کا تصور اس سے بھی قدیم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ صنعتی نظام میں بینکوں کی اہمیت اور اسلام میں حرمت سود کے پیش نظر، اسلامی مفکرین کی اس صدی کی ابتدا ہی سے یہ خواہش تھی کہ بینک کاری کی ایسی کوئی صورت ہونا چاہیے کہ امت مسلمہ اس نظام کے فائدوں سے محروم نہ رہے اور وہ حرمت سود کا احترام بھی کر سکے۔ یہ خواہش صرف علماء، فقہا، اور مفسرین تک ہی محدود نہ تھی بلکہ عامۃ المسلمین بھی اس میں شریک تھے۔ تاہم اس کی کوئی عملی صورت نہ ہونے کے سبب بیشتر ماہرین اقتصادیات اور بینک کار، غیر سودی بینک کاری کے تصوّر کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے، بلکہ اکثر تو اس تصوّر کو ناقابلِ عمل قرار دیتے تھے۔

اسلامی بنک کاری تحریک کو اس وقت بہت تقویت پہونچی جب ۱۹۷۵ء (۱۳۹۵ھ) میں اسلامی ترقیاتی بینک کا قیام عمل میں آیا[1]۔ یہ بینک ذو القعدہ ۱۳۹۳ھ (دسمبر ۱۹۷۵ء) میں جدّہ میں منعقدہ اسلامی ممالک کے وزرائے مالیات کی کانفرنس کے جاری کردہ اعلان کے نتیجہ میں، ایک بین الاقوامی اسلامی مالیاتی ادارے کے طور پر قائم کیا گیا۔ بینک کو قائم کرنے والے تاسیسی اعلانیہ کی شق ۱ کی رو سے، اسلامی ترقیاتی بینک کا مقصد "مسلم ممالک اور مسلم معاشروں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر شریعت کے اصولوں سے مطابقت رکھتے ہوئے اقتصادی ترقی اور معاشرتی ارتقاء کو فروغ دینا ہے"۔ بینک کے موجودہ ممبر ممالک کی تعداد ۴۵ ہے یعنی اس وقت تک دنیا کے تمام مسلم ممالک اس بینک کے ممبر بن چکے ہیں۔ بینک کا ممبر ہونے کے لیے اسلامی کانفرنس تنظیم کا ممبر ہونا ضروری ہے۔

---

[1] اس بینک کا سرکاری عربی نام البنک الاسلامی للتنمیہ ہے، Islamic Development Bank

بینک کا منظور شدہ راس المال بیس ارب اسلامی دینار ہے جو موجودہ شرح تبادلہ کے مطابق دو بلین امریکی ڈالر سے کچھ زیادہ ہے۔ اسلامی دینار کو اسلامی ترقیاتی بینک میں حساب کتاب کی اکائی کے طور پر اختیار کیا گیا ہے اور اس کی قدر، بین الاقوامی زرفنڈ (I.M.F) میں استعمال ہونے والی 'مخصوص کھاتہ حقوق' کی ایک اکائی کے برابر رکھی گئی ہے۔[۱]

اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کو مسلمانوں کی موجودہ تاریخ میں ایک اہم واقعہ شمار کیا جانا چاہیے۔ ہم عصر تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ ایک بین الاقوامی مالیاتی ادارے نے اپنے اعمال، شریعت کے مطابق انجام دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ اسلامی ترقیاتی بینک، اپنے مالیاتی اعمال غیر سودی بنیاد پر انجام دیتا ہے۔ سود کے بجائے بینک کو اس بات کا حق دیا گیا ہے کہ اپنے قرضوں پر حق خدمت (Service charges) وصول کر سکے[۲] چنانچہ اتفاقیہ تاسیس کی شق (۲) ۲۰ بینک کو اپنے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے حق خدمت وصول کرنے کا مجاز کرتی ہے۔ مزید براں، بینک کی ایک سرکاری دستاویز میں کہا گیا ہے کہ "بینک، اپنے تمام مالیاتی اعمال، نیز دوسرے تمام افعال، واضح اور غیر مشکوک طور پر شریعت کے اصولوں کے مطابق انجام دینے کا پابند ہے۔"[۳]

اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کے بعد دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے اسلامی بینکوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس وقت مسلم ممالک، اور بعض غیر مسلم ممالک میں پچاس سے زائد اسلامی بینک کام کر رہے ہیں۔ یہ بینک نجی زمرہ کار میں ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بینک تو خیر ایک بین الاقوامی مالیاتی ادارہ ہے لیکن عوامی یا ریاستی زمرۂ کار میں بھی اسلامی بینک کام کر رہے ہیں، تین مسلم ممالک، ایران، پاکستان، اور سوڈان نے بینک کاری کے قوانین میں ترمیم کے ذریعہ اپنے نظام بینک کاری کی اسلامی خطوط پر تشکیل جدید کرنے کے لیے اہم اقدامات کیے ہیں۔ اب اسلامی بینک کاری کو محض خام خیالی یا ناقابل عمل منصوبہ قرار دینا قرین انصاف نہ ہوگا۔

۱ے اسلامی ترقیاتی بینک کے بارے میں مزید تفاصیل کے لیے دیکھئے S. A. Meenai : Islamic Development Bank.

۲ے حق خدمت یا سروس چارج کے بارے میں مزید تفاصیل آگے بیان کی جائیں گی۔

۳ے The Islamic Development Bank: Achievements and Activities, 1982. P.5

اسلامی بینک کاری تو ایک حقیقت کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہاں تک کہ مغربی دنیا بھی اسلامی بینک کاری کے امکانات کا جائزہ لینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے بین الاقوامی زرفنڈ (I.M.F) نے ایک مستقل مقالہ اس موضوع پر شائع کیا ہے جس میں ایران اور پاکستان میں اسلامی بینک کاری کے ہونے والے تجربوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی زرفنڈ کے مجلہ "آئی ایم اسٹاف پیپرز" میں اسلامی بینک کاری کے مختلف جائزوں پر مشتمل علمی مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں[1]۔ مختلف مغربی یونیورسٹیوں اور بینک کاری و اقتصادیات سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں اسلامی بینک کاری کے موضوعات پر سیمینار منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ امریکا اور انگلینڈ کی مشہور دانش گاہوں نے پی ایچ ڈی کے لیے اسلامی بینک کاری کے موضوعات کو قبول کرنا شروع کر دیا ہے اور کئی مقالوں پر تو منظوری کے بعد ڈگریاں بھی عطا کی جا چکی ہیں۔

اس ساری ہماہمی کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف حلقوں میں اسلامی بینک کاری سے متعلق دلچسپی نہ صرف پیدا ہوئی ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اسلامی بینک کاری کیا ہے؟ موجودہ تجارتی بینک کاری سے یہ کس طرح مختلف ہے؟ اسلامی بینک کاری نظام کس طرح کام کرتا ہے؟ کیا واقعی یہ نظام سودی عناصر سے پاک ہے، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے؟ یہ سوالات صرف غیر مسلم دانشوروں کی جانب سے ہی نہیں اٹھائے جاتے بلکہ بہت سے مسلم دانشور بھی ان معاملات کے بارے میں صاف ذہن نہیں رکھتے اور شکوک و شبہات کا شکار ہیں۔ دوسری جانب، خود عامۃ المسلمین کا بھی حق ہے کہ انھیں اسلامی بینک کاری کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی جائیں کیونکہ بہرحال، یہ عام مسلمان ہی ہیں جن پر اسلامی بینک کاری کو کامیاب بنانے کا دارومدار ہے۔ عامۃ الناس کبھی کبھی خوش اعتقادی کی بنا پر بعض خوش فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس کی ضرورت بھی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اسلامی بینک کاری کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں کر سکتی۔

---

[1] Zubair Iqbal and Abbas MiraKhor: Islamic Banking occassional paper No. 49, International Monetry Fund, Washington, D.C. 1987.

اس مقالے کا مقصد یہ ہے کہ اردو داں طبقہ کو ان تبدیلیوں سے روشناس کرایا جائے جو اسلامی بینک کاری کے میدان میں ہو رہی ہیں۔ اردو میں، اس سے قبل، اس قبیل کی کسی کوشش کا ہمیں پتہ نہیں جس میں موجودہ نظام اسلامی بینک کاری سے بحث کی گئی ہو۔ اردو زبان میں یہ کوشش اس لیے بھی اہم ہے کہ کسی ماہر اقتصادیات کی لکھی ہوئی اسلامی بینک کاری کے موضوع پر پہلی کتاب شائع کرنے کا امتیاز اسی زبان کو حاصل ہے[1]۔ اس مقالے کو چھ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں حرمت ربا کی وضاحت کی گئی ہے تیسرے حصّہ میں اسلامی بینک کاری کی نظریاتی بنیادوں کا ایک مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ چوتھا حصہ اسلامی بینک کاری کے ارتقاء کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ پانچویں حصّہ میں اسلامی بینک کاری میں استعمال کیے جانے والے بینک کاری کے طریقوں کی تشریح قدرے تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ آخری حصّہ میں اسلامی بینک کاری سے متعلق بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی گئی ہے۔

حرمت ربا

یہ تو ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اسلامی بینک کاری کا بنیادی جواز حرمت ربا ہے۔ اس حقیقت سے تو ایک عام مسلمان بھی واقف ہے کہ اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح سود کا لینا اور دینا دونوں ممنوع ہیں۔ قرآن پاک میں سود کے لیے عربی کا لفظ 'ربا' استعمال کیا گیا ہے۔ گو کہ ربا کے لفظی معنی زیادتی یا بڑھوتری کے ہیں لیکن بعض مترجمین نے ربا کا ترجمہ انگریزی کے لفظ usury سے کیا ہے[2] جس میں شرح سود کے قانونی شرح سے زائد ہونے یا نامناسب شرح سود کا مفہوم موجود ہے حالانکہ عربی زبان میں ربا کا لفظ ان ہی معنوں میں مستعمل ہے جن معنوں میں اردو کا لفظ سود استعمال کیا جاتا ہے[3]

---

[1] ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی: 'غیر سودی بینک کاری' جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ انگریزی میں اس کا ایک ترجمہ ۱۹۸۳ء میں برطانیہ سے منظر عام پر آیا۔

[2] دیکھئے عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ قرآن

[3] سید سابق اپنی کتاب فقہ السنہ میں ربا کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "لغت میں ربا کے معنی "زیادہ" ہیں۔ اور یہاں مقصود ہے راس المال (یعنی اصل رقم) کے اوپر زیادتی۔ دیکھئے سید سابق: فقہ السنہ (جلد سوم) ص ۲۸۱

حرمتِ ربا، قرآن پاک اور احادیث کی رو سے قطعاً ثابت ہے، سورہ روم کی آیت ۳۹، سورۃ البقرہ کی آیت ۲۷۸ اور ۲۷۹، اور سورہ آلِ عمران میں ربا کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے۔ اسی طرح متعدد احادیث ایسی ہیں جن میں ربا کے حرام ہونے، اور اس کا مرتکب ہونے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۔

اجتنبوا السبع الموبقات: قالوا: وما هن يارسول الله قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المومنات[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات مہلک چیزوں سے اجتناب کرو۔ (لوگوں نے) پوچھا: یا رسول اللہ (وہ سات چیزیں) کیا ہیں؟ فرمایا "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، کسی انسان کا حق کے سوا قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے[2]۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔ لڑائی کے دن پیٹھ دکھانا۔ اور آزاد بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا[2]

امام بخاری، مسلم، امام احمد، ابو داؤد، اور ترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله آكل الربا، وموكله وشاهديه وكاتبه[3]	سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے دونوں گواہی دینے والے، اور لکھنے والے پر اللہ کی لعنت۔

فقہاء نے ربا کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ۔

---

[1] السید سابق۔ فقہ السنۃ (جلد سوم) شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ۔ ص ۲۸۳

[2] مضمون کی عربی عبارتوں کے ترجمے ناچیز مولف کے ہیں۔

[3] سید سابق: فقہ السنۃ (جلد سوم) شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ ص ۲۸۳

۱۔ ربا النسیئہ

۲۔ ربا الفضل

ربا النسیئہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب میں معروف تھا۔ اس کو ربا الدیون بھی کہتے ہیں، سیّد سابق اس قسم کے ربا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو الزيادة المشروطة	ربا النسیئہ وہ مشروط زیادتی ہے جو
التي ياخذها الدائن من	لین دار دین دار سے وقت دینے کے لیے
المدين نظير التاجيل[1]	وصول کرتا ہے۔

ربا النسیئہ یا ربا الدیون، دو صورتوں میں وجود میں آسکتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ قرض کی اصل رقم کے اوپر ایک زیادتی، (Excess) قرض دینے کی بنیادی شرط کے طور پر عائد کی جائے۔ اس صورت میں اس کو ربا الدیون کہا جاسکتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دین دار وقت پر قرض نہ لوٹائے تو اصل پر کچھ مزید رقم وصول کی جائے، اس طرح مزید رقم کے بدلے میں، زیادہ وقت یا ادائیگی کے لیے مزید مہلت دی جائے۔ اگر قرض دار پھر بھی ادا نہ کرسکے تو زیادتی کو مزید بڑھا دیا جائے۔ اس قسم کے ربا کی حرمت کتاب اور سنت دونوں سے ثابت ہے۔

ربا کی دوسری قسم ربا الفضل ہے جس کو ربا البیع بھی کہتے ہیں کیونکہ اس قسم کا ربا عام طور پر تجارت کے ذریعہ ظہور میں آتا ہے۔ عرب میں زمانۂ جاہلیت میں اس قسم کا ربا بھی موجود تھا، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا۔ اس قسم کے ربا کی حرمت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الذهب بالذهب	سونے کے بدلے سونا، چاندی کے
والفِضّة بالفضّة والبر بالبر	بدلے چاندی، گیہوں کے بدلے گیہوں
والملح بالملح مِثلاً بمثلٍ	اور نمک کے بدلے نمک جب کہ دونوں
يداً بيدٍ فمن زاد او	چیزیں ایک جیسی ہوں۔ ہاتھوں ہاتھ۔

---

[1] سید سابق۔ فقہ السنۃ جلد سوم صـ۲۸۲

استزاد اربیٰ الآخذ و المعطی سواءً (احمد، بخاری) [1]	جس نے زیادہ دیا یا زیادہ مانگا، اس نے ربا (اختیار) کیا۔ لینے والا اور دینے والا برابر (کے گنہ گار)

موجودہ دور کے بینکوں کے سود کے بارے میں اسلامی فقہ کے ماہرین اور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ ربا کی ہی ایک شکل ہے۔ فقہ المعاملات کے ایک معاصر سوڈانی ماہر لکھتے ہیں "بینکوں کے ذریعہ لیا، اور دیا جانے والا سود ایک ضروری شرط کے مطابق معاہدے میں شامل زیادتی ہے، جو ربا کی ان دو قسموں میں سے ایک کے مماثل ہے جن کی تحریم شریعت میں کی گئی ہے"۔ [2]

یہ کوئی نئی رائے نہیں ہے بلکہ جب سے تجارتی بینکوں کا ظہور ہوا ہے، اسلامی فقہ کے ماہرین کی سوچی سمجھی رائے یہی ہے، چنانچہ فقہا کے سواد اعظم کی اسی روایت کی پیروی کرتے ہوئے اسلامی کانفرنس تنظیم کی قائم کردہ اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے دوسرے اجلاس میں جو جدہ میں ۱۰ تا ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا، ایک بار پھر اسی رائے کا اعادہ ان الفاظ میں کیا:۔

> "کسی قرض کے اوپر نافذ کیا جانے والا فائدہ یا زیادتی، خواہ یہ اس قرض کی مدت پوری ہونے پر ہو جبکہ دین دار، ادائیگی کے ناقابل ہو، اور مدت میں اضافہ کے لیے زیادتی اختیار کی گئی ہو، یا قرض کی ابتداء میں ہی زیادتی قرض کے معاہدے میں شامل کر دی گئی ہو دونوں ربا کی ہی شکلیں ہیں جن کو شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا ہے"۔ [3]

اسلامی بینک کاری کی نظریاتی بنیادیں

نظام بینک کاری کو اسلامی طور پر جائز ہونے کے لیے اسے ربا (سود) سے پاک

---

1. سید سابق فقہ السنۃ جلد سوم صفحہ ۲۸۴
2. حسن عبداللہ امین "ربا کی تعریف" (انگریزی) انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس (قبرص)
3. اسلامی کانفرنس تنظیم: اسلامی فقہ اکیڈمی کی تجاویز اور سفارشات۔ تجویز نمبر ۱

ہونا چاہیے۔ اس موضوع پر مسلم ماہرین اقتصادیات کا لکھا ہوا خاصا لٹریچر دستیاب ہے۔ اس لٹریچر کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما رہا ہے کہ اگر سودی لین دین کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا جائے تو مالیاتی اور بینک کاری نظام کس نہج پر مرتب کیا جاسکے گا۔

موجودہ تجارتی بینک کاری کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ ایک جانب کھاتہ داروں (Depositors) اور بینک، اور دوسری جانب قرض داروں (Borrowers) اور بینک کے درمیان تعلق، لین دار اور دین دار کا تعلق ہے۔ اس نظام میں سود، کو ساکھ (یا ادھار) کی قیمت تصور کیا جاتا ہے جو زر کی متبادل لاگت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرض کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ قرض کسی ناگہانی آفت کا مقابلہ کرنے کے لیے بلا کسی قیمت کے دیا جانا چاہیے اور قرض خواہ (Creditor) کو قرض دار (Debtor) کی مالی مجبوریوں سے کوئی معاشی یا مالی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ اگر روپیہ سود کی بنیاد پر ادھار دیا جاتا ہے تو بیشتر صورتوں میں اس کا نتیجہ کسی نہ کسی ناانصافی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس طرح کے معاملات میں اسلام کا اصول ہے:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲۷۹)

"نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔ [1]

چنانچہ اسلامی بینک کاری کا قیام لین دار دین دار کے اصول پر نہیں کیا جاسکتا۔

مالی معاملات کے سلسلے میں ایک اسلامی اصول یہ بھی ہے کہ آمدنی کا حاصل کرنے والا اپنی جانب سے یا تو جسمانی کوشش کرے، یا اپنے مال کو جوکھم میں ڈالے جس طرح مزدور کو اس وقت تک کوئی اجرت نہیں دی جاتی جب تک وہ کام نہ کرے، اسی طرح سرمایہ دار کو بھی اس وقت تک کوئی معاوضہ نہیں ملنا چاہیے جب تک وہ تجارت میں پیش آنے والے جوکھم کا سامنا نہیں کرلیتا۔

اس طرح اسلامی بنیاد پر مالیاتی ادارے ان دو اصولوں کی روشنی میں قائم کیے جاسکتے ہیں۔ اسلامی تناظر میں مالیاتی معاملات کی بنیاد حصہ داری (Participation) کے اصول پر ہوگی۔ چنانچہ مسلم ماہرین معاشیات کی تجویز ہے کہ غیر سودی بینک کاری

---

[1] آیت کے ترجمہ کے لیے دیکھئے: مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ: تفہیم القرآن جلد اوّل ص۲۱۲ شائع کردہ ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور ۳۳۲

کی بنیاد منافع میں شرکت، یا مضاربت کے اصول پر کی جائے[1]۔ مضاربت کے اصول کی وضاحت ایک آسان مثال کے ذریعہ بخوبی کی جا سکتی ہے۔ فرض کیجیے کہ دو شخص ہیں جن میں سے ایک کے پاس سرمایہ ہے لیکن اس کو تجارت کے بارے میں کوئی خصوصی مہارت نہیں ہے جبکہ دوسرے شخص کے پاس سرمایہ نہیں ہے لیکن اس کو تجارت کے طریقوں کا علم ہے۔ اب یہ دو شخص مندرجہ ذیل دو طریقوں میں سے کسی ایک کو اپنا سکتے ہیں:

(الف) تاجر جس کے پاس مال نہیں ہے صاحب مال سے ایک مقررہ مدت کے لیے روپیہ قرض پر حاصل کر کے اپنی تجارت میں لگائے اس صورت میں صاحب مال کو مقررشدہ مدت کے بعد اپنی اصل رقم واپس مل جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ایک مخصوص شرح پر کچھ زیادہ رقم بھی دی جائے گی جو اس بات کا معاوضہ ہوگی کہ صاحب مال نے اس مدت کے دوران اپنی نقدی (Liquidity) سے محروم ہونا پسند کیا۔ یہ قرضہ کی بنیاد پر کی جانے والی سرمایہ کاری (Debit Financing) ہے۔ اس قسم کے معاہدات میں اصل رقم اور سود کی ادائیگی کے لیے قرض خواہ کا مطالبہ، اس مدت کے ختم ہونے کے بعد ہی موثر ہوتا ہے۔ یہ مطالبات اس حقیقت سے قطع نظر ہیں کہ تاجر کو صاحب مال سے لی گئی رقوم کے استعمال سے فائدہ ہوا ہے یا نہیں، نقصان کی صورت میں بھی تاجر کو اصل رقم اور سود کی پوری رقم بھرنی ہوگی خواہ وہ ایسا کہیں سے بھی کرے۔ اسلام اس قسم کے معاملات کو غیر منصفانہ قرار دیتا ہے۔

(ب) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں شخص لین دار اور دین دار کا تعلق قائم کرنے کے بجائے ایک دوسرے سے حصہ داری یا شراکت کی بنیاد پر تعاون کریں۔ ایسی صورت میں یہ دونوں شخص ایک ایسا معاہدہ کریں گے جس میں ایک شخص سرمایہ فراہم کرے گا اور دوسرا تجارت کے بارے میں اپنی صلاحیت اور محنت مہیا کرے گا۔ صاحب المال تجارت کی دن بدن نگرانی کرنے کا مجاز نہیں ہوگا لیکن اس کو اس بات کا حق ہوگا کہ اپنے مال کے صحیح ترین استعمال کے لیے مناسب شرطیں عائد کرے۔ معاہدے کی مدت ختم ہونے کے بعد صاحب المال، اپنے پورے مال کے ساتھ نفع میں سے ایک حصہ کا

---

[1] دیکھئے محمد نجات اللہ صدیقی: غیر سودی بینک کاری، ۱۹۷۳ء، ص ۳۴۴

حقدار ہوگا جس کی نسبت پہلے سے طے شدہ ہو۔

نفع میں شرکت کا تناسب، فریقین کی باہمی رضامندی سے مشروع (Project) کی ابتدا سے قبل ہی طے ہونا چاہیے۔ اور اس کو معاہدے کی ایک اہم شق سمجھا جانا چاہیے۔ نقصان ہونے کی صورت میں صاحب مال پورا نقصان اٹھائے گا اور اس کی اصل رقم (راس المال) نقصان کے تناسب سے گھٹ جائے گی۔ فی الحقیقت یہ نقصان کا امکان ہی ہے جو صاحب مال کو نفع میں شرکت کا حقدار بناتا ہے۔ یہ مضاربت کا اصول ہے۔

مضاربت کی تشریع سنت سے ثابت ہے۔ روایت کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے دوران اہلِ مدینہ مضاربت کرتے تھے اور اسے قراض یا مقارضہ کہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا اگر اس معاہدے میں کوئی بات قابلِ اعتراض ہوتی تو ظاہر ہے آپ ضرور اس کی اصلاح فرمادیتے۔

اس بات کا تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ سود کی بنیاد پر لین دار اور دین دار کا تعلق اسلامی نقطۂ نظر سے انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ سودی نظام، قرض دار کے مقابلے میں قرض خواہ کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ اس کے برعکس، نظام مضاربت، انصاف پر مبنی ہے کیونکہ اس نظام میں معاہدے کے دونوں فریقوں کو یکساں اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مضاربت کے نظام کو سودی نظام پر فوقیت کم از کم تین وجہوں سے حاصل ہے۔

اولاً، دونوں فریقوں کو نفع میں شرکت کا تناسب مقرر کرنے کا یکساں اختیار حاصل ہے۔

ثانیاً، نقصان کی صورت میں بھی دونوں فریقوں کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ اگر نقصان کی صورت میں ایک طرف صاحب مال کو اپنے راس المال میں کمی برداشت کرنا پڑتی ہے دوسری طرف عامل، اپنی محنت، اپنے وقت، اور اپنی کوششوں کی اجرت پانے سے محروم رہ جاتا ہے۔

ثالثاً، معاہدے کی خلاف ورزی کی صورت میں بھی فریقین سے یکساں برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اگر عامل معاہدے کی شرطوں کی خلاف ورزی کرتا ہے، یا وہ کاروبار میں غفلت یا بدانتظامی، یا کسی اور وجہ سے خسارے کا باعث ہوتا ہے، تو اس کو صاحب مال کو پوری رقم ادا کرنا ہوگا اور اگر صاحب مال کسی شرط کی خلاف ورزی کرتا ہے مثلاً وہ معاہدے کی رو کے مطابق رقم کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے، یا وقت سے پہلے رقم کاروبار میں سے نکال لیتا

ہے یا پوری رقم نہیں دیتا وغیرہ تو عامل کو اتنی رقم ادا کرنی ہوگی جو عامل ایسے ہی کسی کام کے ذریعہ کما سکتا تھا۔

ماہرین کا خیال یہ ہے کہ اسلامی نظام بینک کاری کی تنظیم میں المضارب یضارب (مضارب بھی مضاربت کرسکتا ہے) یا مضاربت در مضاربت کا اصول کام میں لایا جاسکتا ہے۔

"المضارب یضارب" یا "مضاربت در مضاربت" کو دو سطحی مضاربت بھی کہا جاسکتا ہے۔ مضاربت کی پہلی سطح کھاتہ داروں اور بینک کے درمیان ہوتی ہے۔ اس معاہدے میں کھاتہ دار رب المال ہے اور بینک عامل، معاہدے کے تحت کھاتہ دار بینک کے اصل کاری کھاتہ (Investment Account) میں اپنی رقم جمع کراتے ہیں اور بینک اس کو استعمال کرتا ہے۔

مضاربت کی دوسری سطح بینک اور کارانداز وں (Entrepreneurs) کے درمیان ہوگی جو بینک سے اس شرط پر سرمایہ طلب کریں گے کہ کاروبار سے ہونے والا منافع ان کے اور بینک کے درمیان، پہلے سے طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوگا لیکن اگر نقصان ہوا، تو پورا نقصان بینک برداشت کرے گا۔ اس بار بینک رب المال ہوگا اور کار انداز عامل۔ اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ سرمایہ کار ہوں تو نفع میں شرکت پہلے سے طے شدہ تناسب سے ہوگی۔ لیکن نقصان میں شرکت اس تناسب میں ہوگی جس تناسب میں مختلف سرمایہ کاروں نے سرمایہ لگایا ہے۔ یہ سرمایہ کاری شرکت کے اصول پر بھی ہوسکتی ہے جس میں مختلف سرمایہ کاروں کو کاروبار میں عملی شرکت کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔

غیر سودی نظام بینک کاری میں، مضاربت کی بنیاد پر مالی نظام مرتب کیا جاسکتا ہے۔ اس نظام میں قرض خواہوں کو پہلے سے طے شدہ سود نہیں ملے گا۔ بلکہ اس کی جگہ وہ کاروبار کی خطراندازی میں شرکت کریں گے اور نفع میں ایک حصہ کے حقدار ہوں گے۔ اس طرح اسلامی بینک کاری میں سرمایہ کی لاگت (Cost of Capital) صفر نہیں ہوگی جیسا کہ بعض لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں سودی اور غیر سودی بینک کاری میں صرف اتنا فرق ہے کہ سودی نظام میں سرمایہ کی لاگت، سرمایہ پر دیا جانے والا سود ہے (جس کو شرح فی صد کے اعتبار سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے) غیر سودی نظام میں

باہر سے یا مالی اداروں سے حاصل کیے جانے والے سرمایہ کی لاگت نفع کا وہ حصہ ہوگا جو یہ سرمایہ حاصل کرنے کے لیے دیا جائے گا۔ سود کی طرح اس رقم کو بھی کل رقم (Absolute amount) یا شرح کی شکل میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر تحقیق کرنے والے بعض ماہرین اقتصادیات نے تو یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ نفع میں شرکت کا تناسب (Profit sharing Ratio) غیر سودی نظام بینک کاری میں وہ تمام وظائف (Functions) انجام دے سکتا ہے جو سودی نظام میں شرح سود کے ذریعہ انجام دیے جاتے ہیں۔

اسلامی بینک کاری: تصوّر اور عملی ارتقاء

ان حقیقتوں کے پیش نظر کہ سود کی حرمت کے اسلامی احکام تو چودہ سو برس پہلے ہی نازل ہو چکے تھے لیکن اسلامی بینک کاری کا آغاز اور عروج گزشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں ہی ہوا ہے، بعض حلقوں کی جانب سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ آخر اسلامی دنیا کو سودی نظام بینک کاری کا متبادل تلاش کرنے میں اتنا وقت کیوں لگا؟

اس سوال کا مناسب اور تشفی بخش جواب تلاش کرنے کے لیے بعض تاریخی حالات اور اسباب وعلل کی مدد لینی پڑے گی۔ اسلامی بینکوں کے ظہور کی اہمیت کو ذہن میں پوری طرح جاگزیں کرنے کے لیے ہمیں سودی نظام بینک کاری کے تاریخی ارتقاء اور مسلم ممالک میں اس کے رول کا جائزہ بھی لینا ہوگا کیونکہ اسلامی بینک کاری کی حقیقت واہمیت کو، تجارتی نظام بینک کاری کے ارتقاء کے تناظر میں ہی پوری طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

خود مغربی دنیا میں بھی تجارتی بینکوں کی تاریخ کچھ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ مغربی دنیا میں، تجارتی بینک کاری کے نظام کا ظہور اور اس کی ترقی، گزشتہ دو ڈھائی صدیوں میں، صنعتی تہذیب کے عروج کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے۔ صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں تاجروں صنعت کاروں اور صانعین کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا جو اپنے کاروبار کو وسعت دینا چاہتے تھے اور مختلف اشیاء کی پیداوار کے لیے کارخانے قائم کرنا چاہتے تھے لیکن خود ان کے ذاتی مالی وسائل اس کام کے لیے کافی نہ تھے۔ اس لیے کسی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جس کے ذریعہ انھیں ان لوگوں کے مالی وسائل پر تصرف کا موقع حاصل ہو سکے جن کے پاس وسائل تو تھے لیکن وہ اس کے پیداواری (Productive)

استعمال سے قاصر تھے

اس طرح مالیاتی ثالثی (Financialintermediation) کی ضروریات نے تجارتی نظام بینک کاری کو جنم دیا جو اپنے روزافزوں فروغ کے باعث جلد ہی جدید صنعتی اور مالیاتی نظام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ چنانچہ فی زمانہ ایک کارگزار (Efficient) مؤثر اور فعال نظام بینک کاری، کارگزار معاشی تنظیم کی پہلی شرط بن چکا ہے۔ معاشی تنظیم اور مالیاتی ثالثی کے میدانوں میں یہ تمام انقلاب آفریں تبدیلیاں مغربی تہذیب کی روایت کے پس منظر میں ہوئیں جس نے اپنی ابتداء میں ہی مسیحیت کے ان تصوّرات سے اپنا دامن چھڑا لیا تھا جن کے تحت معاشی اور تجارتی روابط کو بھی اخلاقی اور مذہبی نظام کا پابند ہونا تھا۔

جب استعماریت اور نوآبادیاتی نظام کے نتیجہ میں اسلامی دنیا، صنعتیت (Ind-ustrialisation) - اور اس کے ملحقہ اداروں، بشمول، تجارتی بینک کاری کے نظام سے متعارف ہوئی، تو اس کے سامنے دو متبادل راستے تھے۔

(الف) تجارتی نظام بینک کاری، اور اس کے ملحقات کو جوں کا توں قبول کر لیا جائے۔ اس عمل کی بنیاد اس دلیل پر ہوتی کہ تجارتی بینکوں کے سود میں وہ اجزا شامل نہیں ہیں جن کو اسلام نے ربا کے نام سے حرام قرار دیا ہے، اس طرح بینکوں کا سود ربا کی تعریف سے خارج ہو جاتا اور مسلمان کسی قسم کے ذہنی تحفظ کے بغیر، کھلے دل سے تجارتی بینک کاری کو قبول کر لیتے۔

(ب) دوسرا راستہ یہ تھا کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ بینکوں کا سود بھی ربا کی تعریف میں داخل ہے۔ اس صورت میں، مالیاتی ثالثی اور نظام بینک کاری کی ناگزیریت کے پیش نظر ایک ایسا نظام بینک کاری وضع کرنے کی کوشش کی جاتی جو شریعت اسلامی کے احکامات سے متصادم نہ ہوتا۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ متبادل اس وقت اتنے واضح اور روشن نہ تھے جتنے اب وہ بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں۔ مختلف عوامل کے باعث ان متبادل راستوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا مشکل تھا۔ اوّل تو یہ کہ نوآبادیاتی دور میں بیشتر اسلامی ممالک کی معیشتیں نوآبادیاتی طاقتوں کے قبضۂ اختیار میں تھیں اور مسلمانوں

کو اپنے ممالک کے لیے سیاسی اور معاشی نظام اختیار کرنے کے چنداں حقوق حاصل نہ تھے وہ سماجی اور معاشی ادارے جو اسلامی ممالک میں صدیوں سے کام کر رہے تھے جیسے شرعی عدالتیں، اوقاف وغیرہ، یا تو غیر موثر اور مجہول بنا دیے گئے یا یکسر تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ مغرب سے درآمد شدہ اداروں سے ہی کام لیں، گو کہ ان میں سے بعض اداروں کے خلاف، اخلاقی بنیادوں پر ان کے ذہنی تحفظات شدید تر تھے۔

اسی دور میں مغربی افکار اور اسلام کے درمیان ہم آہنگی ظاہر کرنے کا مزاج بھی ابھرا چنانچہ انیسویں صدی میں بعض اسلامی ممالک خاص طور پر مصر، ہندوستان اور انڈونیشیا میں بعض علماء نے حرمت ربا اور تجارتی بینک کاری کے درمیان ظاہر کرنے کی شعوری کوشش کی۔ انھوں نے یہ دلیل دی کہ حرمت ربا کا اطلاق صرف ان قرضوں پر ہوتا ہے جو افراد کی طرف سے نامناسب شرح سود (Usurious Loans) پر دیے جائیں۔ تجارتی بینکوں کے اعمال پر حرمت ربا کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی کہ ربا، جس کی حرمت اور مذمت قرآن میں نازل ہوئی ہے کچھ اور چیز ہے اور تجارتی بینکوں کا سود ربا کی تعریف میں نہیں آتا۔ بعض فضلاء نے یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی کہ حرمت ربا کی حکمت یہ ہے کہ جب قرض، سودی بنیادوں پر مقاصدِ صَرف (Consumption purposes) کے لیے دیا جاتا ہے تو اس میں پائے جانے والے ظلم اور استحصال کا سدّباب کیا جائے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق چونکہ تجارتی بینکوں کا سود، عام طور پر پیداواری قرضوں (Productive Loans) پر عائد کیا جاتا ہے، اس لیے اس میں ظلم واستحصال کے عناصر نہیں پائے جاتے، اس پہلو سے پیداواری قرضوں کا سود ربا کے ضمن میں نہیں آئے گا۔

ان نقطہ ہائے نظر کے حامیوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ قرآن کریم قرض کے رأس المال کے اوپر کسی زیادتی کو ربا قرار دیتا ہے اور واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ قرض خواہ صرف اپنے راس المال (Principal amount) کے حقدار ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ	اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے
ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ	ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○	گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اب تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔
البقرہ : ۲۷۹ - ۲۷۸	(تفہیم القرآن۔ جلد اول صـ۲۱۸ـ۲۱۷)

اسی طرح اسلام میں قرض برائے صرف، اور قرض برائے پیداوار میں بھی کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ حرمت ربا کا اطلاق دونوں قسم کے قرضوں پر مساوی طور پر ہوتا ہے۔ قطع نظر اس مقصد کے جس کی خاطر قرض لیا گیا ہے۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس نقطۂ نظر کو اپنانے والے، بہت ہی چھوٹی اقلیت سے تعلق رکھتے تھے۔ مسلم علماء اور فقہاء کا سوادِ اعظم اس طرزِ فکر سے کبھی مکمل طور پر متفق نہ ہو سکا۔ نہ صرف علماء اور فقہاء بلکہ عامۃ المسلمین کو بھی ان نقطہ ہائے نظر کی صحت کے بارے میں سخت شکوک رہے ہیں۔ عام طور پر مسلمانوں کا اعتقاد اور فقہاء کا فیصلہ یہی ہے کہ بینکوں کا سود ربا کی تعریف میں داخل ہے اور فی نفسہٖ حرام ہے۔ ان تحفظات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارتی بینک کاری کا نظام اسلامی ممالک میں کبھی اس درجۂ مقبولیت کو نہ پہنچ سکا جو اسے مغربی، اور یہاں تک کہ بعض غیر مسلم ایشیائی ممالک میں بھی حاصل ہو گیا۔ اس کی مزید تائید اس شہادت سے ہو سکتی ہے کہ آج بھی مسلم ممالک میں تجارتی نظام بینک کاری محض شہروں تک ہی محدود ہے جہاں مغربی طرزِ زندگی، مغربی طرزِ فکر، نیز مغربی تہذیب و ثقافت نے اپنے پیر جما لیے ہیں، شہروں میں بھی مسلم عوام کا ایک معتد بہ حصہ، حرمت ربا کے احکام کے احترام میں، اخلاقی اور مذہبی اسباب کی بنا پر تجارتی بینکوں سے استفادہ سے گریز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں میں بھی، جو طوعاً و کرہاً، حالات کے جبر کے تحت، یا اسلامی بینک کاری اداروں کے فقدان کے باعث، تجارتی بینکوں سے لین دین کرتے ہیں۔ کم از کم اس کو دل میں برا خیال کرتے ہیں اور اپنے اس عمل کو اسلامی احکام کی خلاف ورزی تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے کھاتوں سے ملنے والے سود کا استعمال نہیں کرتے۔ یا تو اس کو بینک میں ہی چھوڑ دیتے ہیں یا کسی ایسے شخص کو دے دیتے

ہیں۔ جسے وہ اس کا مستحق تصور کرتے ہیں۔

زمانۂ حال میں دوسرے متبادل کی تلاش کو یعنی ایسی بنیادوں پر نظام بینک کاری کی تشکیل کو جو شرعی احکام سے متصادم نہ ہو، زیادہ مقبولیت حاصل ہورہی ہے گو کہ غیر سودی بنیادوں پر بینکوں کے قیام کا تصوّر کسی نہ کسی شکل میں ۱۹۴۰ء کی دہائی سے ہی موجود رہا ہے۔ لیکن اس وقت کسی اسلامی بینک کے واقعی قیام کے لیے حالات سازگار نہ تھے۔ کیونکہ اس وقت تک غیر سودی بینک کاری کی تکنیکی تفصیلات اور اس کے عمل کے تفصیلی خاکے واضح نہ تھے اور نہ ہی ماہرین اقتصادیات اور بینک کاروں نے اس جانب کماحقہٗ توجہ دی تھی۔ اس طرح اسلامی بینک کاری کے تنظریہ میں کسی قابلِ لحاظ پیش رفت کی عدم موجودگی میں، غیر سودی تجارتی بینک کا قیام ایک طویل عرصے تک محض ایک خوابِ پریشاں کی حیثیت اختیار کیے رہا۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی تازہ پیش کش مولانا سید جلال الدین عمری کی نئی کتاب

اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور

خدمت خلق کا صحیح تصور۔ غلط تصورات کی تردید۔ خدمت خلق کا اجر و ثواب۔ خدمت کے مستحقین۔ وقتی خدمات۔ رفاہی خدمات۔ خدمت کے لیے انفرادی اور اجتماعی جدوجہد۔ موجودہ دور کے تقاضے۔ مصنف کے جاندار قلم نے ان تمام گوشوں کو نکھار دیا ہے۔

ایک اہم موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب، ہر فرد اور ہر ادارہ کے لیے یکساں مفید، آفسٹ کی حسین طباعت، خوبصورت سرورق۔ ضخامت ۱۷۶ صفحات

قیمت صرف ۲۵ روپئے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ

مرکزی مکتبہ اسلامی۔ بازار چتلی قبر۔ دھلی ۶